ابوطلحہ عثمان جھنگ

حادثہ کربلا کا پسِ منظر

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا بہ امروز   چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ اس بات کے منتظر تھے کہ سرور دو عالم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو اور وہ دین حق اسلام کو مٹانے کیلئے اپنا پورا زور لگا کر پھر سے باطل کا جھنڈا بلند کریں یہی وجہ تھی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال پر ہر طرف شورش بپا ہوگئی ایک نو مسلم قبائل مرتد ہو گئے۔ اسود عنسی، مسیلمہ کذاب اور سجاح وغیرہ نے خود نبی ہونے کا دعوی کر دیا۔ بہت سے نئے مسلمان ہونے والے قبیلوں نے بیت المال میں زکوٰۃ جمع کرانے سے انکار کر دیا اور یہ کہ وہ خود ہی اپنے طور پر زکوٰۃ تقسیم کرلیں گے عیسائیوں کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ملی تو انہوں نے بھی موقع غنیمت سمجھتے ہوئے ریاست مدینہ پر حملہ کی سوچ پیدا کی۔ اس طرح ہمہ وقت خطرہ تھا کہ رات کو یا دن کو کسی بھی وقت مدینہ منورہ پر مرتدین کا حملہ ہو جائے یا یہ کہ یہود و نصاریٰ حملہ کر دیں گے۔ خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جنازہ رسول علیہ السلام اور تکفین و تدفین سے فارغ ہوتے ہی بیک وقت سارے محاذوں پر نہایت مہارت اور فراست کے ساتھ منصوبہ بندی کی اور ہر طرف جہادی دستے روانہ کیئے جیش اسامہؓ کی تشکیل تو خود لسان نبوت سے ہو چکی تھی، اسے روانہ کر دیا گیا۔ دوسری اطراف و جوانب میں کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیر قیادت تیز تر دستے بھیج کر حتی کہ خود بھی ایک دستے کی قیادت کر کے تمام فتنوں کو ایسا دبا دیا کہ غیر مسلم مؤرخین یہ لکھنے پر مجبور ہیں کہ سیدنا صدیق اکبرؓ اسلام کے بانی دوم ہیں (بانی اول سے وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لیتے ہیں حالانکہ اسلام تو اللہ کا بھیجا ہوا دین ہے اس کا بانی اللہ ہی ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پہنچانے والے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے سنبھالنے والے ہیں۔)

تقریباً اڑھائی سال کے مختصر عرصے میں سیدنا صدیق اکبرؓ نے اسلام کو مضبوط بنیادوں پر لا کر روم و شام کی فتوحات شروع کر دی تھیں، یہود و نصاریٰ دبک گئے تھے کہ وہ خلیفۂ رسول ثانی اثنین کی مومنانہ فراست کے سامنے ٹھہر نہ سکے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری ایام میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین نامزد فرما دیا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دنیا سے اٹھ جانے پر کفار و مشرکین بہت خوش تھے کہ اب تو اسلام کمزور پڑ جائے گا اور ہمیں کھل کھیلنے کا موقع مل جائے گا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی قبائل کو مدینہ طیبہ سے نکال دیا تھا اور دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اپنے خلفا کیلئے وصیت چھوڑ گئے تھے کہ **اخرجو الیهود و النصاری من جزیرۃ العرب** اس فرمانِ نبوی پر عملدرآمد کی سعادت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حصے میں لکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے صدیقی فتوحاتِ روم و شام کو نہ

صرف وسعت دی بلکہ یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال باہر کیا تاہم عدلِ فاروقی سے کام لیتے ہوئے انہیں اسلامی مقبوضات میں متبادل زمینیں اور املاک دی گئیں اور وہاں انہیں پورے پورے حقوق دیئے گئے۔

اب ایک طرف تو اسلامی فتوحات کا سیلاب رواں دواں تھا دوسری طرف یہودی قبائل کا عرب سرزمین سے اخراج عمل میں آیا۔ تیسری طرف ایسے حالات پیدا ہوئے کہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، نہ چاہتے ہوئے بھی ایران کی قدیم ترین بادشاہی پر حملہ آور ہوئے۔ معاملہ سہ آتشہ ہو گیا۔ یہود و نصاریٰ کے ساتھ ایرانی آتش پرست ستارہ پرست شاہ پرست بھی مل گئے مگر فاروقیؓ فراست کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ ہر جگہ سے غنائم آ رہے تھے۔ قیصر و کسریٰ کی شہزادیاں، باندیاں بنا کر مدینہ لائی جا رہی تھیں اور مسجد نبوی کے صحن میں سونے چاندی کے ڈھیر لگے ہوئے تھے ان حالات میں کفار و مشرکین صرف تلملا کر ہی رہ جاتے اور فاروقی دور کے خاتمے ہی کا انتظار کرنے لگ جاتے فاروقی فراست نے عجمی غلاموں کو مدینہ نہ لانے کا حکم دیا تھا مگر بعض مخلص مسلمانوں نے اس میں نرمی کروالی اور اس طرح دنیائے کفر کو اپنا منصوبہ مکمل کرنے کا موقعہ ہاتھ آیا آگ کے پجاری، ابولؤلؤ نے ہرمزان وغیرہ کو ساتھ ملا کر اپنی سازش پر عمل کیا اور سیدنا فاروق اعظمؓ خلیفۂ ثانی کو دورانِ نماز شہید کر دیا۔

شدید زخمی حالت میں خلیفہ ثانی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے چھ ۶ ممتاز صحابہ رضی اللہ عنہم کو نامزد فرما کر حکم دیا کہ یہ لوگ اپنے میں سے ایک کو امیر المؤمنین بنالیں۔ بشارت نبوی ﷺ کے عین مطابق سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا انتخاب عمل میں آیا۔ دوسری طرف کفار و مشرکین خوش تھے کہ اب مسلمانوں کو صاحبِ عزیمت شخصیات ابوبکرؓ و عمرؓ جیسی کہاں ملیں گی؟ لیکن ہوا یہ کہ عہد صدیقیؓ میں اسلامی مقبوضات کی پیمائش گیارہ لاکھ مربع میل ہو چکی تھی جو عہد فاروقیؓ میں دوگنی یعنی بائیس لاکھ مربع میل ہوگئی اور عہد عثمانیؓ میں چار گنا یعنی چوالیس لاکھ مربع میل تک پہنچ گئی۔ ایک طرف تو فتوحات ہوتی جا رہی تھیں اور مجاہدین اسلام فتح پر فتح کرتے دنیا کے آخری کناروں تک لا الہ الا اللہ کا کلمہ پہنچانے کی کوشش کر رہے تھے اور اس طرح اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام نافذ کرتے چلے جا رہے تھے دوسری طرف یہود و نصاریٰ اور مجوسی آتش پرست زخمی سانپوں کی طرح تڑپ رہے تھے اور طرح طرح کی سازشیں سوچ رہے تھے۔ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ مشہور کہاوت ''سیدھی چڑھائی اور سیدھی لڑائی دونوں بیحد مشکل ہوتی ہیں'' کے مطابق اہل اسلام کے جہاد کا مقابلہ ناممکن ہے۔ عہد نبوی ﷺ پھر عہد صدیقیؓ اور عہد فاروقیؓ میں اہل کفر لڑائیاں لڑ لڑ کر ختم ہوتے جا رہے تھے اور شکست و ذلت و رسوائی کے سوا ان کے نصیب میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اب انہوں نے دوسری راہ اختیار کرنے کا سوچا۔

جزیرۂ عرب سے یہودیوں کا اخراج امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں عمل میں آیا تھا، دوسری طرف ہزار ہا سال پر محیط طویل عرصہ تک کے ایرانی حکمران بھی انہیں خلیفہ راشد ثانی کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کے بعد ہمیشہ کیلئے تخت اور تاج کھو چکے تھے۔ یہ دونوں عناصر مل بیٹھے اور مقابلے کی لڑائی کی بجائے پس منظر میں رہ کر

منافقانہ دوستی والی چال کو آزمانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ امیر المومنین تیسرے خلیفہ راشد سیدنا عثمانؓ ذی النورین کے عہد خلافت میں انہیں ابنِ سبا جیسا عیار عنصر ہاتھ آ گیا، جو یہودیت سے اسلام میں داخل ہوا اور ایک خفیہ گروپ تشکیل دینے اور حبِ رسول وحبِ آلِ رسول کے پردے میں مسلمانوں کی قوت کو منتشر کرنے کی منصوبہ بندی میں کامیاب ہو گیا۔ مختصراً یہ کہ اسلامی مقبوضات کے ہر بڑے شہر میں انہوں نے افواہ سازی کے ذریعے بدگمانیاں اور غلط فہمیاں پیدا کیں اس دشمن اسلام پراپیگنڈے کا شکار اکثر غیر عرب نومسلم تھے یا خود دشمنان اسلام تھے پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نرم طبیعت اور وسعتِ مملکت بھی ایسی وجوہات تھیں کہ اس بدنہاد عنصر کا علاج نہ ہو سکا اور انہوں نے عین ایسے موقعہ پر کہ اکثر اہل مدینہ تمام دیگر اہل اسلام کی طرح فریضہ حج کی سعادت کیلئے مکہ مکرمہ پہنچے ہوئے تھے دھوکے سے سیدنا عثمان ذی النورین کو ان کے گھر مدینہ منورہ میں شہید کر دیا ان پر جو الزامات لگائے گئے تھے ان سب کا جواب سیدنا عثمان کے علاوہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے باغیوں کو تسلی بخش طریقے پر دے دیا تھا۔ مگر جن بدنصیبوں کے مقدر میں عذاب الیم طے ہو چکا تھا انہوں نے اسلام کو انتشار میں ڈالنے کا ہر حربہ آزمالیا شہادت عثمان کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اتنا مجبور کر دیا کہ انہوں نے بار بار اپنی پریشانی کا اظہار کھلے لفظوں میں کیا جبکہ کئی عالی مرتبت اصحاب رسول علیہم السلام نے قصاص عثمان کا واضح مطالبہ کیا۔ ابن علی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نہایت دانائی اور فرمانبرداری کے ساتھ عرض کیا تھا کہ ان کا اس موقع پر امیر المؤمنین کی حیثیت سے بیعت لینا بہت سارے شکوک وشبہات کو جنم دیگا مگر جن روسیاہوں کے نصیب میں روسیاہی لکھی تھی انہوں نے سالہا سال تک سیدنا علی اور دیگر ساداتِ صحابہ میں انتشار پیدا کیے رکھا اور بالآخر خود ہی بقولِ خویش اسلام اور اہل اسلام کی بہتری کیلئے حضرت امیر معاویہؓ، حضرت عمرو بنؓ العاص اور حضرت علیؓ کو شہید کرنے کی سازش کی۔ اس سازش میں درحقیقت وہی نظریہ کارفرما تھا کہ اسلام کی متحدہ قوت کو ختم کیا جائے بدنصیب ابن ملجم نے سیدنا علی کو شہید کر دیا اور پھر اسی سازشی گروہ نے محبت ہی کے ظاہری رنگ میں سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی امیر المؤمنین کے طور بیعت کی مگر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ان لوگوں کی روز روز کی سازشیں دیکھ کر ان کے مقصود کو بھانپ چکے تھے لہٰذا سیدنا حسن نے فوری طور پر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تمام مقبوضات اسلامیہ کا امیر المومنین تسلیم کر کے ان کی بیعت کر لی۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دشمنان اسلام کے خفیہ اڈوں کے سراغ لگا کر انہیں انجام تک پہنچایا اور ان کا اچھا خاصا صفایا کر دیا۔ دشمنان اسلام کی سازشوں کے سبب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فتوحات اسلامی کا سلسلہ رک گیا تھا خود اسلامی مقبوضات میں جگہ جگہ انتشار اور بغاوتیں سر اٹھا رہی تھیں۔ سیدنا امیر معاویہ کے خلیفہ بنتے ہی پھر سے فتوحات شروع ہو گئیں اور اسلامی مقبوضات میں مزید بائیس لاکھ مربع میل کا زبردست اضافہ ہو کر اسلامی دنیا چھیاسٹھ لاکھ مربع میل تک پھیل گئی تھی۔ خیال رہے کہ کل معلوم دنیا کا رقبہ ایک سو بیس لاکھ مربع میل یعنی آدھی دنیا سے زیادہ دنیا پر اہل اسلام حکمران تھے۔

اہل عناد و فساد اکثر تو ختم ہو چکے تھے مگر ان میں سے کچھ نے بظاہر اطاعت قبول کر لی تھی مگر اندر ہی وہ جل بھن رہے تھے اندر ہی اندر ان کی آپس میں میل ملاقاتیں ہوتی تھیں اور ظاہراً وہ خاندان بنی ہاشم خصوصاً سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان سے محبت جتاتے رہتے تھے سیدنا حسن کو انہوں نے لڑانے کی کوشش کی تھی پھر خود ان کے پاؤں تلے سے مصلّی کھینچا اور انہیں زخمی کر دیا تھا مگر وہ ان کی مطلب برآری میں ان کے ہاتھ نہ آئے تھے اب ایک طرف سیدنا حسن وفات پا چکے تھے دوسری طرف سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی دنیا سے آخرت کے گھر کو انتقال فرما گئے تھے۔ دشمنانِ اسلام خصوصاً مذکور بالا یہودی اور مجوسی گٹھ جوڑ نے پھر پر پُرزے نکالنے شروع کر دیے۔ خفیہ ملاقاتوں میں طے پایا کہ خاندان علی ہی کی محبت کا سہارا لیکر پھر سے منصوبہ بندی کی جائے۔

سیدنا معاویہ کے امیر المؤمنین بننے سے دمشق دار الخلافہ طے پا چکا تھا لہٰذا اہل حل وعقد نے یزید کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی تھی اور دیگر صوبوں میں بھی اس کی اطلاع پہنچ چکی تھی۔ تاریخ کی روایات کے مطابق سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تشریف لے جا چکے تھے۔ دشمنانِ اسلام نے ایک سازش کے تحت کوفہ کو مرکز بنا کر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھنے شروع کر دیئے یہ بھی عجیب بات ہے کہ آج کسی بھی سمجھدار پڑھے لکھے شخص کو ایک خط لکھیں، دو لکھیں، دس لکھیں، وہ کچھ نہ کچھ جواب ضرور لکھتا ہے مگر کمال ہے فراستِ حسینی کا کہ ہزار یا بارہ سو خط ان کو لکھے گئے اور بقول بعض کئی ہزار، مگر انہوں نے جواب نہیں دیا۔ صرف ایک خط جواب میں لکھا اور وہ یہ تھا کہ ''کوفیو! مجھے تم پر اعتماد نہیں'' بہر حال ہزاروں خطوط میں سے ہر خط میں ایک ہی مضمون تھا کہ ''ہمارا کوئی امیر نہیں اور ہم تمام لوگ صرف آپ کی ہی بیعت کریں گے ایسا نہ ہوا تو قیامت کے روز اللہ کے دربار میں آپ کی شکایت کریں گے'' سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو تحقیق احوال کیلئے بھیجا وہ کوفہ پہنچے تو ہزاروں افراد نے ان کے ہاتھوں پر حسین کے نام کی بیعت کر لی انہوں نے سیدنا حسین کو حالات کی پوری پوری تفصیل لکھ دی اور یہ کہ وہ فوراً کوفہ پہنچیں مگر یہ روایات بھی ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو مسلم بن عقیل کی طرف سے جعلی مصنوعی خط لکھ دیا گیا تھا انہوں نے خود ایسا کوئی خط نہیں بھیجا تھا بلکہ ان کو تو غدّاروں نے جلد ہی بے وفائی کر کے شہید کر دیا تھا اب یہ خط مسلم بن عقیل کی طرف سے اصلی یا جعلی سیدنا حسین کو پہنچا تو وہ مکہ مکرمہ سے عازم کوفہ ہوئے حج کا موقع تھا فریضہ حج کی ادائیگی کے فوراً بعد روانہ ہو گئے کوفہ کے قریب پہنچے تو حقیقتِ حال کا علم ہوا۔ کوفہ کے گورنر کو کہلا بھیجا کہ مجھے واپس مکہ جانے دیا جائے یا جہاد کیلئے کسی اسلامی سرحد پر بھیج دیا جائے اور (اگر میرے بارے میں مقامی حکومت کو کوئی غلط فہمی ہو تو) تیسری صورت یہ ہے کہ مجھے یزید کے پاس (دمشق) جانے دیا جائے وہ خود میرے بارے میں فیصلہ کر لیگا یہ روایت بیحد مشہور ہے اور ہر موافق مخالف مورخ نے لکھی ہے پھر یہ کہ کربلا دمشق جانے والے راستے پر ہے (کوفہ سے ہٹ کر) جس سے اس روایت کی جغرافیائی تصدیق بھی ہوتی ہے۔ (تاریخ میں جھوٹ سچ سب کچھ موجود ہے اسے تبدیل کیا جا سکتا ہے مگر جغرافیہ اٹل ہے کہ

جو شہر یا مقام جہاں پر تھا آج بھی وہیں ہے اہل بصیرت کو دعوتِ فکر ہے)۔

منافقین دشمنانِ اسلام نے سوچا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ دمشق کی راہ اختیار کر چکے ہیں۔ شاید امیر بننے کے ارادے سے رجوع فرما چکے ہیں مگر ان کو بلایا ہم نے تھا، امیر بننے اور بیعت لینے کی دعوت ہم نے دی تھی۔

ہمارے ہزاروں خطوط ان کے پاس ہیں ہماری تحریریں ہمارے خلاف زبردست دلیل کے طور پر پیش ہوں گی۔ خلیفہ وقت ایک ایک خط لکھنے والے کو چن چن کر پھانسی لگا دے گا۔ کسی طرح ان خطوط اور ان تحریروں کو واپس لیا جائے۔ ان دشمنانِ اسلام کے ذہن میں اسلام دشمنی ضرور تھی مگر اب ان کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے البتہ یہ ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھی کہ حادثہ کربلا کے نتائج ان کی توقع سے کہیں بڑھ کر ان کے مقاصد کو پورا کریں گے۔ اپنی سازش سے برأت کا اظہار اور الٹے پاؤں واپسی وہ اسی وقت کر سکتے تھے جب اپنی سازش کا ثبوت یہ ہزاروں خطوط واپس لے لیے جاتے یا ضائع کر دیے جاتے چنانچہ جلدی ہی منصوبہ بندی کر کے انہوں نے اپنے میں سے بعض چالاک اور ذہین لوگوں کو کربلا پہنچ کر اپنے گذشتہ عملِ بیوفائی پر معذرت اور آئندہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی وفاداری اور محبت کا اعلان کیا۔ سید حسین رضی اللہ عنہ نے وسعت قلبی کے ساتھ ان کی معذرت کو قبول فرما لیا مگر وہ لوگ اپنے مقصود تک نہ پہنچ سکے یعنی اپنے بھیجے گئے خطوط کو حاصل نہ کر سکے رات کی تاریکی اور دن کی روشنی میں وہ معلوم نہ کر سکے کہ خط کہاں رکھے ہیں وہ تو خیموں کے اندر سیدنا حسین کے اہل بیت اور دخترانِ علی رضی اللہ عنہم کے پاس تھے سازشی عناصر کھل کر خطوط مانگ بھی نہ سکے لہذا انہوں نے اپنے آپ کو ناکام دیکھ کر بجائے اس کے کہ خود خلیفہ وقت ابن امیر معاویہ کے ہاتھوں پھانسی چڑھ جائیں انہوں نے خاندانِ علی کو ہی ختم کرنے میں اپنی جان بچتے دیکھی۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مع دیگر احباب واقربا فرات کے کنارے میدان کربلا میں اس ظلم وغدر کے ہاتھوں شہید ہو گئے لیکن غداروں کو بھی آخرت کے عذاب الیم کے علاوہ دنیا میں بھی سزا مل کر ہی رہی پہلے انہوں نے توبہ کا لبادہ اوڑھا اور کئی دیگر اپنے جیسے مخالفین اسلام کو ختم کیا پھر سیدنا مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں خود بھی ''فی النار والسقر'' ہو گئے۔ مشیتِ الٰہی شاید یہ تھی کہ قیامت تک اسلام اور اہل اسلام کو مقابلے کی ایک فضا ملے اور مخالفین کیلئے روسیاہی مقدر میں آئے موقعہ کے گواہان اس حادثہ فاجعہ کے سیدنا علی زین العابدین، ان کی عمہ محترمہ سیدہ زینب ودیگر اقرباءِ حسین وابنائے علی رضی اللہ عنہم نے یہی شہادت دی ہے، جس کا خلاصہ نذر قارئین کیا ہے۔

یہی کچھ مشہور ومعروف کتب سیرت وتاریخ میں موجود ہے۔ بقول شاعر

شبیر کے قاتل کا تو ایماں ہی نہیں ہے   بدبخت وشقی ہے وہ مسلماں ہی نہیں ہے
لیکن جو صحابہ پہ کرے سبّ وتبرّا   ''مومن'' تو بڑی بات ہے انساں ہی نہیں ہے

مآخذ: مولانا تقی عثمانی، مولانا محمود احمد ظفر سیالکوٹی، مولانا اللہ یار خان، مولانا سید طفیل احمد شاہ صاحب گیلانی، ضرب مومن کراچی ندوۃ العلماء کی کتابیں، سیرۃ صحابہ وصحابیات، سید نور الحسن بخاری، سید ابو معاویہ ابوذر بخاری ودیگر مصنفین وعلمائے محققین، مختلف مقالات۔